ڈاکٹر طیّب منیر
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

انتخاب زرّیں ـــــ راس مسعود
(تعارف و تجزیہ)

TAZKIRAH INTIKHAB-E-ZAREEN has bee`n compiled by Raas Masood, the grandson of Sir Syed Ahmed Khan. Apart from the selection of poetry, biographical sketches of the poets have also been incorporated in this book. Of no less importance is the poetic experience which, according to the book materialised organic beauty of poetry. In addition to that the varying shades of old and modern poetry are glaringly shown. In this article the textual errors which break in thematic contents are also mentioned.

راس مسعود(۱۸۹۹ء علی گڑھ-۱۹۳۷ء بھوپال) سرسید احمد خان کے پوتے اور سید محمود کے بیٹے تھے۔ قومی تعلیمی مسائل کے بڑے ماہر اور نبض شناس تھے۔ وہی راس مسعود جو علامہ اقبال کے قریبی دوست بھی تھے۔ جن کی وفات پر اقبال نے لکھا تھا:

؎ زوالِ علم و ہنر مرگِ ناگہاں اس کی
وہ کارواں کا متاعِ گراں بہا مسعود

محمد عبدالرزاق کانپوری نے راس مسعود کے سانحہ ارتحال پر لکھا تھا کہ:

''مسعود کی جوانی، اس کا قدِ رعنا، حسن و جمال، شان وشکوہ اور علمی فضل و کمال کس کس چیز کو یاد کیا جائے۔ اور سچ یہ ہے کہ مسعود جیسی ہستی قوم میں برسوں کے بعد نظر آئے گی۔''[1]

شاعری میں راس مسعود پاکیزہ ذوق اور وسیع نظر رکھتے تھے۔ یہ خوبی ان کے ہم عصر لوگوں میں خال خال نظر آتی ہے۔ مسعود کی نکتہ سنجی اور شعر وسخن کا پارکھ ہونے کے حوالے سے ڈاکٹر سید عابد حسین لکھتے ہیں کہ:

''......اردو ادب میں اہل زبان کی شان سے، فارسی انگریزی، فرانسیسی ادب میں زبان دان کی حیثیت سے اور دوسری زبانوں کے ادب میں ترجموں کے ذریعے سے انہیں دخل تھا کہ اختلافات صوت کے حجاب کو دور کر کے وہ اس روح معنی کا مشاہدہ کر سکتے تھے جو ادب عالم میں جلوہ گر ہے۔ ان کا معیار تنقید بہت بلند تھا۔ اس لیے ان کی نظر سطحی اور مقامی قدروں سے نہیں بلکہ بنیادی اور عالمگیر قدروں پر رہا کرتی تھی۔ مطالعے کا شوق اس قدر تھا کہ انتہائی مصروفیت کے زمانے میں اس کے لیے وقت نکال لیتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس روحانی غذا کے بغیر ان کی زندگی محال ہے...... اردو فارسی، انگریزی کے چوٹی کے شعراء کا منتخب کلام مرحوم کو بکثرت یاد تھا۔ شعر پڑھتے وقت ان پر ایک

وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جس سے روح کا اہتزار جھلکتا تھا۔ اثر میں ڈوبی ہوئی آواز سننے والوں کے دل میں اثر انہیں مسحور کر دیتی تھی۔ پھر جب شعر کی تنقید وتفسیر پر آتے تھے تو خوش بیانی کا دریا بہا دیتے تھے۔ نقادی کے باریک نکتے جو دوسروں کے بیان میں خشک عملی مسائل معلوم ہوتے تھے ان کی زبان سے دلچسپ لطائف بن کر نکلتے تھے۔''[۲]

راس مسعود جب حیدرآباد میں ناظم تعلیمات تھے تو جمعہ کے دن سرکاری مصروفیت نہیں رکھتے تھے۔ صبح دس بجے سے نماز جمعہ تک اپنے دوستوں کے ساتھ وقت گزارتے۔ جو مسائل زیر بحث آتے ان میں لطائف وظرائف، تاریخی واقعات کے علاوہ بالخصوص علمی و ادبی موضوعات ہمیشہ سامنے رہتے۔ ان میں شعرائے قدیم و جدید کے کلام پر تنقید، شعر خوانی، الفاظ ومحاورات کی تحقیق، جدید اخبارات و رسائل اور کتابوں پر تبصرے بھی ہوتے تھے۔

راس مسعود بچپن میں گلستان بوستان والدہ کی زیرنگرانی پڑھ چکے تھے اور ایک خاص قسم کا ادبی ذوق و ذہن بن چکا تھا اردو اشعار سے دلی ذوق تھا اور یہ ان کی ابتدائی ۔۔۔ تعلیم کا اثر تھا۔ لندن جانے تک یہ شوق باقی رہا۔ ہندوستان واپس آنے پر اس ذوق میں ترقی ہوئی بیان کیا جاتا ہے کہ بلا مبالغہ مختلف زبانوں کے چار پانچ ہزار اشعار یاد تھے۔ سعدی، حافظ، اور جامی کی غزلیات پسند تھیں۔ عمر خیام کی رباعیات پر فریفتہ تھے۔ ہندی شعراء میں بیدل اور امیرخسرو کے معتقد تھے۔ اردو کے متاخرین شعراء میں حالی، شاد عظیم آبادی، سیّد امداد امام اثر اور اقبال کے بڑے مداح تھے۔

راس مسعود لندن سے واپس آئے تو (۱۹۱۴ء) تو بسلسلہ بیرسٹری عظیم آباد (پٹنہ) میں قیام پذیر ہوئے۔ اس زمانے میں ان کے دوستانہ تعلقات شاد عظیم آبادی[۳] اور امداد امام اثر[۴] سے قائم ہوئے۔ شاد طبقۂ متاخرین میں بہترین شاعر تسلیم کیے گئے ہیں۔ عاشقانہ مضامین، فلسفیانہ مضامین میں روزمرہ کی زبان میں بیان بہت دل کش ہے۔ راس مسعود کو شاد کے بے شمار اشعار یاد تھے اور اکثر دوستوں کو سنایا بھی کرتے تھے۔

شاد کے بعد راس مسعود امداد امام اثر کے چاہنے والے تھے۔ اثر کا مذاق شاعری خاص تھا۔ عاشقانہ مضامین اور فطری جذبات و واردات غزل کے رنگ میں بیان کرنے میں انہیں مہارت حاصل تھی۔ اسالیب غزل میں جس قدر عنوان ہیں ان کے دائرے میں رہتے تھے۔

راس مسعود کے ذوق شعر کو جاننے کے لیے یہ پس منظر پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کن منزلوں سے گزر کر وہ اس مقام تک پہنچے کہ ''انتخاب زریں'' جیسا وقیع انتخاب سامنے لاسکیں۔

راس مسعود کی شخصیت پر سب لکھنے والوں نے ان کے حافظے کی دل کھول کر داد دی ہے۔ ایک بار جو پڑھ لیتے یا سن لیتے تو عموماً ان کے حافظے میں نقش ہو جاتا۔ مولوی عبدالحق نے لکھا ہے کہ

> ''حالی صد سالہ جوبلی کی ایک صحبت میں انہوں نے اقبال کے شعر سنانے شروع کیے۔ سر محمد اقبال بھی وہاں موجود تھے، وہ کہنے لگے ان کو میرے اس قدر شعر یاد ہیں کہ خود مجھے بھی یاد نہیں۔ آخری زمانے میں مثنوی مولانا روم کا دور رہتا تھا۔ شاید یہ بھی اقبال کا اثر تھا۔''[۵]

''انتخاب زرین'' مرتب کرتے وقت راس مسعود کے ذہن میں یہ بات موجود تھی کہ اردو ابھی نوزائیدہ زبانوں میں سے ایک ہے۔ اور کچھ احباب اس کے سرمایہ نظم کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور اردو نظم کی خوبیوں کے ایک گونہ منکر ہیں۔ اس انتخاب سے

معترضین پر یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ وہ غلطی پر ہیں وہ لکھتے ہیں:

''اس کے مطالعہ سے ظاہر ہو جائے گا کہ اردو شاعری کے بہترین حصہ کا کسی دوسری قوم کی اچھی سے اچھی نظم سے مقابلہ کیا جائے تو اول الذکر کا درجہ گرا ہوا نہ رہے گا۔''[٦]

اصول انتخاب کے بارے تحریر کرتے ہیں:

''میں نے وہی کلام انتخاب کیا ہے جس کو میرے دل نے پسند کیا، جن اشعار نے مجھ پر گہرا اثر کیا۔ انہیں کو میں نے اس تذکرہ میں لیا ہے اور جن اشعار سے صرف عارضی اور فوری ولولہ پیدا ہوتا ان کو ترک کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ میرا قلب ہی اس معاملہ میں میرا راہ نما تھا۔ پس ناظرین کو اس انتخاب میں کوئی سقم نظر آئے تو وہ اسے اردو نظم کا نقص خیال نہ کریں فی الواقع وہ اس کو میرے مذاق کی کمی سمجھیں۔''[۷]

انتخاب زریں کی اشاعت سے پہلے راس مسعود کی نظر سے اردو نظم کے کئی انتخاب گزر چکے تھے۔ جن میں سب سے قابل قدر انتخاب عثمانیہ یونیورسٹی کے استاد الیاس بَرنی[۸] کے مرتب کردہ تھے۔ جو کئی حصوں میں مختلف موضوعات پر مختصر نظموں کے انتخاب تھے۔ اسی پس منظر اور مرّتبہ شعری انتخابات کے حوالے سے لکھتے ہیں ''کسی قوم کی تہذیب وتمدن کا اندازہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے سرمایہ نظم کا مطالعہ کیا جائے۔''

''انتخابِ زریں'' ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا جو شاعر جس صنف شعر کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے غالب حصہ اسی صنف کا منتخب کیا ہے۔ نظم اور غزل کو اپنے ذوق اور پسند کے مطابق جگہ دی ہے۔ اس مجموعے میں ولی دکنی سے لے کر عزیز لکھنوی تک چھیانوے شعرا کا انتخاب شامل ہے۔ اس انتخاب میں شعرا کا کلام ان کے زمانہ کی ترتیب کے لحاظ سے دیا گیا ہے یعنی متوفی شعراء کو ان کے سالِ وفات کی ترتیب سے اور زندہ شعراء کو ان کے سالِ پیدائش کے لحاظ سے درج کیا گیا ہے۔

راس مسعود نے ''انتخابِ زریں'' میں شعراء کے کلام کے اندراج سے پہلے، ان شعراء کے بارے جو سوانحی اور علمی و ادبی سرگرمیوں کے بارے میں جو سطور تحریر کی ہیں۔ وہ انتہائی قیمتی، دلچسپ اور معلومات افزا ہیں۔ اگر کسی شاعر نے شاعری کے علاوہ نثر میں کچھ لکھا ہے تو اس کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ احوال وآثار پر مختصر مگر جامع نوٹ اس انتخاب کی وقعت اور اہمیت کا سبب ہے۔

ولی دکنی کے بارے لکھتے ہیں:

''ولی کا دیوان مختلف مطابع میں چھپ چکا ہے، لیکن اب کم یاب ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن پیرس سے نہایت اہتمام کے ساتھ ۱۸۳۳ء میں شائع ہوا تھا۔ جس کا دیباچہ فرانسیسی ☆ زبان میں مسٹر جے، ھیل، گریسن، ٹاسی نے لکھا ہے۔''

ولی کی پانچ پانچ اشعار کی چار غزلیں منتخب کی ہیں۔ شعراء کی معروف غزلوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی پسند کو ترجیح دی ہے مثلاً

ے مجھ سوں کیوں کر ملے گا حیراں ہوں
شوخ ہے، بے وفا ہے، سرکش ہے

ے کیا تری زلف، کیا تری ابرو
ہر طرف سوں مجھے کشاکش ہے

☆ یاد رہے راس مسعود فرانسیسی زبان سے بخوبی واقف تھے۔

....

؎ عشق کی راہ کے مسافر کوں
ہر قدم تجھ گلی میں منزل ہے

....

سودا کے بارے میں راس مسعود نے نو دس سطروں میں جو کچھ لکھا ہے وہ یوں ہے:

''ان کے بزرگ تجارت کے لیے کابل سے ہندوستان آئے تھے اسی رعایت سے انہوں نے سودا تخلص اختیار کیا تھا۔ شاہ حاتم کے تلامذہ میں نامور...... میر کے ہم عصر...... قصائد کے لحاظ سے اردو کو فارسی کا ہم پلہ بنا دیا۔ ہجو گوئی میں کمال حاصل کیا دلی اجڑی تو شعرا میں سب سے پہلے لکھنو منتقل ہوئے وہیں ۱۷۸۱ء (۱۱۹۵ء) میں ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے کلیات کو ۱۱۹۵ھ میں حکیم سید اصلح الدین نے مرتب کیا تھا۔''

چند سطروں میں شاعر کے بارے ضروری اور اہم معلومات فراہم کر دیتے ہیں۔ جن سے شاعر کے فکروفن اور زندگی کے نشیب وفراز سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

سودا کی چار غزلوں کا انتخاب کیا ہے۔ دو معروف ومشہور شعر آگئے ہیں

؎ نسیم ہے ترے کوچہ میں اور صبا بھی ہے
ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

؎ سودا نگاہِ دیدہ تحقیق کے حضور
جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہے آفتاب کا

شعراء کے کلام کا انتخاب کرتے ہوئے راس مسعود ان کے کلام پر جس رائے کا اظہار کرتے ہیں وہ ان کی بالغ نظری اور پختہ شعری شعور پر دال ہے۔ وہ چند سطروں میں ضروری پہلوؤں کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ اگر کسی شاعر نے کوئی کتاب تحریر کی ہے تو اس کے بارے میں بھی معلومات دے دیتے ہیں۔

نظیر کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''......کلیاتِ نظیر قدیم کے علاوہ اس کا ایک جدید ایڈیشن اعلیٰ پیمانہ پر نول کشور پریس لکھنو نے شائع کیا ہے اور پروفیسر شہباز نے ان کی مبسوط سوانح عمری جس میں کلام پر تنقید بھی کی گئی ہے۔ ''زندگانی بے نظیر' کے نام سے لکھی ہے جو مطبع مذکور میں چھپی ہے، کلام کا انتخاب بھی ہے'' نظیر کی صرف نظموں کا انتخاب دیا ہے۔ حالاں کہ کلیات میں غزلوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔

''انتخابِ زریں'' میں راس مسعود کچھ کم معروف یا غیر معروف شعراء کا ذکر اس انداز میں تحریر کر جاتے ہیں کہ ان کے نقوش تادیر ہمارے حافظے کا حصہ بنے رہتے ہیں۔ جیسے منشی کرامت علی خان شہیدی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وہ شاعری میں مصحفی اور نصیر دہلوی کے شاگرد تھے۔ فقیرانہ لباس میں عرصہ دراز تک بریلی میں رہے تھے۔ ان کا نعتیہ اور عاشقانہ کلام مستانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ دیوان طبع ہو چکا ہے۔ ۱۳۵۳ھ میں جب جس وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور روضۂ مبارک کو دیکھا تو فرطِ اشتیاق میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور یہ شعر مقبول ہو گیا۔

ے تمنا ہے کہ وہ اڑ کر ترے روزے پہ جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا

دو غزلیں بھی منتخب کی ہیں۔ دو اشعار نمونے کے طور پر درج کیے جاتے ہیں۔

ے دل میں ارماں ہی رہا سیر چمن کا اس رنگ
کہ مرے ساتھ وہ زیبندہ شمائل ہوتا
عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

اکثر شعراء کے احوال میں راس مسعود جہاں شعری خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں استادی شاگردی سلسلہ نسب، وطن، کتب، وجہ شہرت، تخصّص پر بھی اپنی رائے کا اظہار کرتے چلے جاتے ہیں۔

امانت لکھنوی کے بارے میں لکھتے ہیں: ''...... ۱۳۳۱ھ میں حضرت امانت کی ولادت ہوئی تھی۔ فنِ شعر میں دل گیر لکھنوی، مشہور مرثیہ گو سے استفادہ حاصل کیا۔ ابتداء میں معمے اور چیستاں کہنے کا شوق ہوا مگر اس فن میں پورے نہ اترے، تو دیگر اصناف سخن کی طرف توجہ فرمائی۔ رعایت لفظی اور ضلع جگت کے عاشق تھے۔ لکھنو کی قدیم سوسائٹی صنائع بدائع کو شاعری کا اصلی جوہر سمجھتی تھی۔ اس میں آپ نے کمال حاصل کر لیا تھا۔ یوں تو آپ صاحبِ دیوان ہیں جملہ اصناف سخن پر قادر ہیں۔ مرثیہ گوئی میں بھی اپنی طباعی دکھائی ہے۔ لیکن ان کی اندر سبھا کو اردو لٹریچر میں جو شہرت حاصل ہوئی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ یہ کہنا ذرا بھی بے جا نہیں کہ آپ نے اردو زبان میں اس کتاب کو لکھ کر سب سے پہلے ڈرامے کی بنیاد ڈالی ہے۔ اردو متقدین میں اس نمونہ کی ایک نظم بھی نہیں ملتی۔''

''انتخابِ زریں'' میں معروف شعراء کے بارے میں جو معلومات فراہم کی گئیں ہیں یا جو کلام درج کیا گیا ہے۔ وہ اس انتخاب کے علاوہ دوسرے ذرائع سے بھی قابل رسا ہے۔ لیکن کچھ ایسے شاعروں کا ذکر اور نمونہ کلام دیا گیا ہے جس کا حصول ذرا مشکل یا کوشش و کاوش کے بعد ملتا ہے۔ علامہ اقبال کی مشقِ سخن کے زمانے میں لاہور کے مشاعروں میں ارشد گورگانی کا ذکر ملتا ہے۔ پیش نظر انتخاب میں ان کے بارے یہ معلومات ملتی ہیں۔

> ''ارشد، صاحبِ عالم مرزا عبدالغنی گورگانی دہلوی خلف مرزا علی بہادر سلسلہ نسب حضرت احمد شاہ بادشاہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی پیدائش قلعہ دہلی میں ہوئی۔ غدر میں چھ سات برس کی عمر تھی۔ شہزادہ مرزا قادر بخش صاحب سے علمِ عروض حاصل کیا اور فنِ سخن میں اُن کے شاگرد ہوگئے۔ شاعری کے علاوہ فنِ موسیقی میں کامل استعداد تھی۔ مرثیہ، سلام پڑھنے کا شوق تھا۔ تاریخ گوئی میں کامل تھے۔ طرزِ قدیم کے علاوہ جدید طرز میں بھی نظم لکھتے تھے۔ سر رشتہ تعلیم پنجاب میں ملازم تھے۔ اُن کی عمر کا زیادہ حصہ فیروز پور میں گزرا تھا۔ ۱۲ فروری (۱۹۰۶ء-۱۳۲۴ھ) کو ملتان میں انتقال کیا۔ کوئی دیوان نہیں چھپا۔''

''انتخابِ زریں'' میں سات اشعار پر مشتمل ایک غزل نمونے کے طور پر درج کی گئی ہے۔ دو شعر لکھے جاتے ہیں:

ے الٰہی جان دی ہے میں نے کس کے روئے روشن پر
ہزاروں شمعیں پروانہ بنی ہیں میرے مدفن پر

میں ہوں مرہونِ منت صلح کل کا جب سے اے ارشد

یقینِ دوستی ہونے لگا ہے مجھ کو دشمن پر۹

راس مسعود نے ''انتخابِ زریں'' کی ترتیب و تنظیم کے وقت یہ خاص خیال رکھا ہے کہ شعرا کے بارے میں تعارفی سطور تحریر کرتے ہوئے رطب و یابس کو جمع نہ کر دیا جائے بلکہ ایجاز و اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ متعلقہ ضروری معلومات مہیا کر دی جائیں۔ مثلاً:

''خواجہ قمر الدین دہلوی، بدر الدین مترجم بوستانِ خیال کے بیٹے تھے۔ مرزا غالب مرحوم کے شاگرد، ریاست جے پور کے وظیفہ خوار تھے۔ آخری عمر میں دہلی چھوڑ کر وہیں چلے گئے تھے۔ ان کا دیوان ۱۸۹۸ء میں افضل المطابع دہلی، طبع ہو چکا ہے۔ ۱۹۰۹ء کے قریب انتقال ہوا۔ ان کی ایک کتاب تعلیم نسواں میں ''عقدِ ثریا'' کے نام سے یادگار ہے۔''۱۰

چار سطروں میں آٹھ دس قیمتی معلومات قلم بند کرنا کمال مہارت کا متقاضی ہے۔ قمر الدین کے چار شعر بطور نمونہ درج کیے ہیں ۔جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

؎ مجھ سے نفرت سہی لذت کشِ آزار تو ہوں

غیر پھر غیر ہے وہ خوگر آزار نہیں

''علامہ اقبال کے دوست، احباب اور معاصرین میں دوسرا کوئی شخص نہیں ملتا جس کے ساتھ ان کی دوستی اور قربت اس درجہ تعلق خاطر میں بدل گئی کہ اقبال اُسے دوسرا SELF خیال کرنے لگے ہوں۔''۱۱

راس مسعود کی علامہ اقبال سے اس قربت کے باوجود جب ہم دیکھتے ہیں کہ ''انتخابِ زریں'' میں جب راس مسعود نے علامہ صاحب کے کلام کے انتخاب کے ساتھ سات سطروں میں ان کے بارے سوانحی نوٹ تحریر کیا تو اس میں دو تین غلطیاں در آئیں۔ ۹ر نومبر ۱۸۷۷ء علامہ صاحب کی تاریخ پیدائش ہے جب کہ انتخاب میں ۱۸۷۰ء درج کی گئی ہے۔ علامہ اقبال کی تعلیمی مہمات کے سلسلے میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ''انگریزی میں ایم اے پاس ہیں'' حالاں کہ انہوں نے ۱۸۹۹ء میں فلسفہ کے مضمون میں ایم اے کیا تھا۔ اقبال کے بارے سوانحی نوٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''عربی اور سنسکرت میں بھی کسی قدر دخل ہے'' عربی میں کسی قدر نہیں بلکہ اس سے زیادہ دستگاہ حاصل تھی۔ لندن کے قیام کے دوران لندن یونیورسٹی میں اقبال کو چھ ماہ تک آرنلڈ کی جگہ عربی پڑھانے کا موقعہ ملا۔ (بحوالہ علامہ اقبال از رفیع الدین ہاشمی)

''انتخابِ زریں'' میں راس مسعود نے علامہ اقبال کی چار نظمیں اور دو غزلیں منتخب کی ہیں اور یہ سب بعد میں بانگ درا میں(۱۹۲۴ء) شامل ہوئیں۔ اس لیے غزلوں اور نظموں میں متنی اغلاط کافی تعداد میں نظر آتی ہیں۔ بانگ درا جب شائع ہوئی تو نظر ثانی کے بعد متن میں تبدیلیاں آگئیں۔ بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ چار مثالیں دی جاتی ہیں:

۱۔ تیری راکھ میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر (انتخابِ زریں)

تری خاک میں ہے............................ (بانگِ درا)

۲۔ مرے جرم ہائے سیاہ کو ترے عفوِ بندہ نواز میں (انتخابِ زریں)

مرے جرم خانہ خراب کو .... (بانگِ درا)

۳۔ نہ وہ غزنوی میں مذاق ہے، نہ خم ہے زلف ایاز میں (انتخابِ زریں)

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، .... (بانگِ درا)

۴۔ سفینہ برگِ گل بنا لے گا، کارواں مور ناتواں کا (انتخاب زریں)

سفینہ برگِ گل بنا لے گا، قافلہ مور ناتواں کا (بانگِ درا)

''انتخاب زریں'' بقول راس مسعود یہ تذکرہ صرف ''تفنن طبع'' کا باعث ہی نہیں بلکہ اردو شاعری کے عہد بہ عہد بدلتے ہوئے رنگوں کو ہمارے سامنے لاتا ہے۔ اگرچہ یہ انتخاب مرتب کی اپنی پسند اور مذاق اور فن شعر سے سچے عشق کا آئینہ دار ہے۔ پھر اس کی اہمیت و افادیت اس بات میں ہے کہ ہر شاعر کا مختصر احوال اور اس سے متعلق معلومات افزا باتوں کا ذکر خوب صورت انداز میں کر کے ادبی وشعری شوق کی تسکین بھی کرتا ہے اور مزید جاننے کی پیاس بھی بڑھاتا ہے۔

حواشی وتعلیقات

۱۔ محمد عبدالرزاق کانپوری، یادِ ایام، حیدر آباد دکن، عبدالحق اکیڈیمی، ۱۹۴۶ء

۲۔ سید عابد حسین، ڈاکٹر، انشائیات، لاہور، مکتبہ شعروادب، س ن

۳۔ سید علی محمد شادؔ (۱۸۴۶-۱۹۲۷) ابتداء میں مختلف اساتذہ سے فارسی، عربی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ شاد شاعری میں شاہ الفت حسین کے شاگرد تھے۔ جن کو میر درد سے تلمذ تھا۔ طب، فن معانی و بیان، عروض اور دینیات کی تعلیم بھی حاصل کی۔ ۱۸۸۹ء میں علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت کی طرف سے ''خان بہادر'' کا خطاب ملا۔ اور اہل نظر نے انہیں سید الشعراء کے لقب سے ممتاز کیا۔ شعری اور نثری تخلیقات کی تعداد (مطبوعہ، غیر مطبوعہ) چالیس سے زاہد ہے انتخاب کلام شاد مرتبہ حسرت موہانی ۱۹۰۹ء۔ کلامِ شاد، مرتبہ قاضی عبدالودود ۱۹۲۲ء۔ انتخابِ کلام شاد عظیم آبادی مرتبہ آلِ احمد سرور۔ کلیاتِ شاد (تین جلدی) مرتبہ کلیم الدین احمد ۱۹۷۵ء

نثری تخلیقات میں فکر بلیغ جلد اول ۱۹۲۸ء۔ فکر بلیغ جلد دوم ۱۹۷۴ء، شاد کی کہانی شاد کی زبانی (مرتبہ مسلم عظیم آبادی) ۱۹۲۱ء، مردم دیدہ (اکابر سے ملاقاتیں اور حالات) اردو زبان ۱۹۰۵ء۔ شاد کی علمی و ادبی سرگرمیاں خاص متنوع رہیں۔ ان کی شہرت کا سبب غزل گوئی اور مرثیہ گوئی ہے۔ معاصرین میں اکبر، اقبال اور حسرت نے بھی ان کی پذیرائی کی۔ ناقدین نے ان کی قادر الکلامی اور انفرادیت کا اعتراف کیا ہے۔

ے کجا میں اور کجا اے شاد دنیا کہاں سے کس جگہ لایا گیا ہوں

۴۔ سید امداد امام اثر (۱۸۴۹ء-۱۹۳۴ء) سالار پور ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ انگریزی حکومت نے ۱۸۸۹ء میں شمس العلماء اور ۱۹۰۹ء میں نواب کا خطاب دیا۔ اثر شاعر بھی تھے اور نثر نگار بھی۔ دیوان اثر، ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۱۳ء میں دوسری بار ریاست رام پور سے شائع ہوا۔ کئی کتب ان کی یادگار ہیں ۱۔ مراۃ الحکماء (۶۲ فلسفیوں کے افکار درج ہیں) ۲۔ فسانہ ہمت (ناول ہے جس میں فلکیات و فلسفہ وغیرہ ہے) ۳۔ کتاب الاثمار (پھولوں کی قسموں اور ان کے فواہد پر ہے) ۴۔ فوائد

دارین (ردِعیسائیت میں ہے)

امام امداد اثر کی شاہ کار تصنیف ''کاشف الحقائق'' (۱۸۹۷ء) بعض روایتوں کے مطابق یہ مولانا حالی کی مقدمہ شعر و شاعری سے پہلے لکھی گئی تھی۔ یہ ایک تنقیدی کتاب ہے۔ اسے وہ شہرت نہ ملی جو مقدمہ کو حاصل ہوئی بہرحال اس کتاب میں ادبیات کا عالمی منظر نامہ بھی ہے۔ تقابلی تنقید کی صورت یہاں پہلی بار وضاحت سے ملتی ہے۔

۵۔ عبدالحق، مولوی، چند ہم عصر، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۵۹ء

۶۔ انتخاب زریں، تمہید

۷۔ ایضاً

۸۔ محمد الیاس برنی (۱۸۹۰ء-۱۹۵۹ء) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے اکنامکس، ایل ایل بی کیا۔ جامعہ عثمانیہ میں شعبہ معاشیات کے صدر رہے۔ کئی کتب کے مصنف مترجم اور مرتب تھے۔ معاشیات کے موضوع پر کئی کتب ان کی یادگار ہیں۔ تسہیل الترتیل (۱۹۵۲ء)، اسرارِ حق (۱۹۲۱ء)، قادیانی جماعت رمذہب رقول وفعل (تین کتب) ۱۹۳۳ء، معارفِ ملت (۱۹۲۴ء)

'سلسلہ دعوتِ صدق' کے عنوان سے چھ، سات کتب ان کے تالیفات و تراجم میں شامل ہیں۔ سلسلہ منتخبات نظم اُردو، ان کا بڑا اہم کام ہے۔ جس کا ذکر راس مسعود نے، انتخاب زریں کے دیباچے میں کیا ہے۔ یہ سلسلہ ۹۱۹ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔ لیکن ۱۹۲۴ء میں اس کی بارہ جلدیں اضافوں کے ساتھ ازسرنو شائع کیں۔ معارفِ ملت (چار جلدیں) جذبات فطرت (چار جلدیں) مناظر قدرت (چار جلدیں) شعر و سخن کا انتہائی دلچسپ انتخاب ہے۔

۹۔ ارشد گورگانی، اقبال کی مشق سخن اور اکتسابِ فن کا دوسرا دور تھا (۱۸۹۵ء-۱۸۹۹ء) اندرون بھاٹی گیٹ میں جو مشاعرے منعقد ہوتے تھے ان میں مرزا ارشد گورگانی، دبستان، دہلی اور ناظم لکھنوی دبستان لکھنؤ کی نمائندگی کرتے تھے۔ اقبال شاگردِ داغ ہونے کے باوجود اس دبستانی کشمکش سے بالاتر تھے۔ اسی زمانے کے مشاعرے میں اقبال نے یہ شعر پڑھا تھا۔

ع موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

راس مسعود نے انتخابِ زریں میں ارشدِ گورگانی کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے۔ وہ دلچسپی کا عنصر رکھتا ہے ارشد کے کلام کا انتخاب بھی دیا ہے جو اور کہیں کم کم ہی نظر آتا ہے۔

۱۰۔ ۱۹۰۱ء میں کلیات ''نغمہ اردو'' کے نام سے شائع ہوا تھا (افضل المطابع دہلی) ایک مختصر مجموعہ ''مرقع نعت'' کے نام سے بھی شائع ہوا تھا۔ ایک اور کتاب ''سبعہ سیارہ'' لکھی تھی جس میں ستاروں وغیرہ کے حالات ہیں۔ ''عقدِ ثریا'' کے نام سے عورتوں کی زبان میں ایک قصہ لکھا تھا۔ اس کا پہلا حصہ چھپا۔ (مالک رام، تلامذہ، غالب، کراچی، ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۸ء)

۱۱۔ رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر، علامہ اقبال اور راس مسعود، مشمولہ، اقبالیات اقبال اکادمی، پاکستان، جولائی ۲۰۱۰ء

B-10 کمرشل مارکیٹ
راولپنڈی

نمونۂ منتخب از کلام شعرا

انتخاب زرین

مرتبہ

سید راس مسعود بی اے آکسفورڈ آئی ای ایس
بیرسٹرایٹ لا فیلو کلکتہ یونیورسٹی
ناظم تعلیمات سرکار آصفیہ

سنہ ۱۹۲۳ء

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

تمہید

کسی قوم کی تہذیب و تمدن کے اندازہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہی کہ اُس کے سرمایۂ نظم کا مطالعہ کیا جائے۔

چند سالہائے گزشتہ سے میں یہ ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ ایک ایسا انتخاب شایع کروں جس پر ایک نظر ڈالنے سے میرے ہم وطن دوستوں کو اُردو نظم کے بہترین حصہ کا لطف حاصل ہو جائے۔

یہ مجموعہ "انتخاب زریں" کے نام سے آج پیش کیا جاتا ہی نہ صرف ناظرین کے تفنن طبع کا سبب ہوگا۔ بلکہ اُن لوگوں کو جو اُردو نظم کی خوبیوں کے ایک گونہ منکر ہیں ثابت کر دیگا کہ وہ اس معاملہ میں غلطی پر تھے اور اس کے مطالعہ سے ظاہر ہو جائیگا کہ اگر اُردو شاعری کے بہترین حصہ کا کسی دوسری قوم کی اچھی سے اچھی نظم سے مقابلہ کیا جائے تو اول الذکر کا درجہ گرا ہوا نہ رہیگا۔ در حقیقت جب اس بات پر غور کیا جاتا ہی کہ اُردو وہ زبان ہی جس کا شمار زمانہ حال کی

نوزائیدہ زبانوں میں ہی تو یہ ایک معجزہ معلوم ہوتا ہی کہ اس قدر قلیل مدت میں اُردو نظم کو وہ جلا دیدی گئی جو مہذب اور شستہ خیالات کے لیئے اصل الاصول ہی۔

صرف ایک ذات واحد کا کیا ہوا انتخاب اُسی وقت ہر شخص کے مذاق کے مناسب ہو سکتا ہی جبکہ مؤلف کو قدرت سے ذہانت کا کافی حصہ ملا ہو۔ (بدقسمتی سے میں اس سے کوسوں دور ہوں) جو اصول میں نے اس انتخاب میں مدنظر رکھا ہی وہ نہایت سادہ ہی۔ میں نہ شاعر ہوں نہ فن سخن کا نقادِ کامل لیکن مجھے اپنی قوم کے فن شعر کے ساتھ سچا عشق ضرور ہی۔ میں نے وہی کلام انتخاب کیا ہی جس کو میرے دل نے پسند کیا۔ جن اشعار نے مجھ پر گہرا اثر کیا انھیں کو میں نے اس تذکرہ میں لیا ہی اور جن اشعار سے صرف عارضی اور فوری ولولہ پیدا ہوتا تھا اُن کو ترک کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ میرا قلب ہی اس معاملہ میں میرا رہنما تھا۔ پس اگر ناظرین کو اس انتخاب میں کوئی سُقم نظر آئے تو وہ اسے اُردو نظم کا نقص نہ خیال کریں بلکہ فی الواقع وہ اس کو میرے مذاق کی کمی سمجھیں۔

میں اس موقع پر اس بات کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ مجموعہ بالخصوص ان اصحاب کے لیے مرتب کیا گیا ہی جو میری طرح اُس نئی روح پر جو ہماری شاعری میں پھونکی جا رہی ہی نگاہ رکھتے ہیں اور قدیم طرز کے خیالات کے شیدائی نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہی کہ بہت سی مشہور غزلوں کو جن میں وہ خیالی مضامین نظم کیے گئے ہیں جو ایک زمانہ میں ہماری پرانی

شاعری کی جان سمجھے جاتے تھے لیکن افسوس! کہ موجودہ زمانہ میں اُن کا ہمارے جذبات پر کچھ اثر نہیں ہوتا، اس تذکرہ میں جگہ نہیں دی گئی ہی۔

اس وقت تک اُردو نظم کے جس قدر انتخابات میری نظر سے گزرے ہیں اُن سب میں میرے معزز دوست مسٹر الیاس برنی پروفیسر معاشیات عثمانیہ یونیورسٹی کے انتخابات جو حال ہی میں شایع ہوئے ہیں بلا شبہ بہترین ہیں۔ اُنھوں نے ہر مضمون کی نظموں کو جداگانہ حصوں میں ترتیب دینے کی جو تکلیف اُٹھائی ہی میں کافی طور سے اُس کی داد نہیں دے سکتا۔ اُن کی یہ کوشش جاری ہی اور وہ وقتاً فوقتاً اس کی اور جلدیں شایع کرینگے۔ اس کے مقابلہ میں اس مجموعہ کے پیش کرنے کے متعلق میری حقیر کوشش کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور نہ وہ آئندہ جاری رہنے والی ہی۔ میں نے شعرا کا مختصر حال اور اُن کا کلام اُن کے زمانہ کی ترتیب کے لحاظ سے دیا ہی۔ یعنی متوفی شاعروں کو اُن کی سن وفات کی ترتیب سے اور اپنے زمانہ کے زندہ شعرا کو اُن کی سال پیدایش کے لحاظ سے درج کیا ہی اگر میرے وہ دوست جو مجھ سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں اس رسالہ کو مطالعہ کرنے کے بعد مجھ سے اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ واقف ہو جائنگے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری محنت پورے طور سے وصول ہو گئی۔

خاکسار

سید راس مسعود

حیدرآباد دکن ۶ر اگست سنہ ۱۹۲۱ء

16.8.24

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصّہ اوّل

(۱) ولی دکنی ۱۷۴۲ء

ولی محمد یا ولی اللہ نام تھا بعض تذکرہ نویسوں نے ان کا نام شمس الدین لکھا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ان کی ولادت اور وفات کے سال میں اختلاف ہے۔ بقول صاحب تذکرہ شعرائے دکن ولادت ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء اور وفات ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۷۴۲ء میں ہوئی۔ یہی تاریخیں قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں کہ ولی کا مولد اورنگ آباد (دکن) تھا اسی وجہ سے وہ دکنی مشہور رہیں۔ وفات احمد آباد (گجرات) میں ہوئی۔ ولی کو اُردو شاعری کا "باوا آدم" کہا جاتا ہے اگرچہ اُردو زبان میں ردیف و قافیہ کے التزام کے ساتھ غزل سرائی کرنے والے

شاعران سے پہلے بھی گزرے ہیں۔ ولی کے وقت سے ہمارے زمانہ کی اُردو میں نمایاں فرق ہوگیا ہی اور ان کے دیوان کو موجودہ اردو ادب میں قدیم اُردو کا مرتبہ حاصل ہوچکا ہی لیکن آج بھی باوجود صدیاں گزر جانے کے بعض بعض اشعار اُن کے دیوان میں بہت صاف ملتے ہیں مثلاً وہ فرماتے ہیں ؎

مفلسی سب بہار کھوتی ہی
مرد کا اعتبار کھوتی ہی

ولی کا دیوان مختلف مطابع میں چھپ چکا ہی لیکن اب کمیاب ہی اس کا ایک اڈیشن پیرس میں نہایت اہتمام کے ساتھ سنہ ۱۸۳۳ء میں شایع ہوا تھا جس کا دیباچہ فرانسیسی زبان میں مسٹر جے ہیل گریسن ٹاسی نے لکھا ہی۔ کلام کا نمونہ یہ ہی:

(۱)

دل طلبگارِ نازِ مہوش ہی
لطف اس کا اگرچہ دلکش ہی

مجھ سوں کیونکر ملیگا حیراں ہوں
شوخ ہی بے وفا ہی سرکش ہی

کیا تری زلف کیا تری ابرو
ہر طرف سوں مجھے کشاکش ہی

تجھ بن ای داغ عشق سینہ و دل
چمن لالہ دشت آتش ہی

ای ولی تجربہ سے پاتا ہوں
شعلۂ آہ شوق بیغش ہی

(۲)

حسن تیرا سورج پہ فاضل ہی
مکھ ترا رشکِ ماہِ کامل ہی

رات دن تجھ جمال روشن کوں — فضل پروردگار شامل ہے
حس کوں تجھ حسن کا نہیں ہے خبر — بے گماں وہ جہاں میں غافل ہے
عشق کی راہ کے مسافر کوں — ہر قدم تجھ گلی میں منزل ہے

ای ولی طرز عشق آسان نہیں
آزمایا ہوں میں کہ مشکل ہے

(۳۳)

غفلت میں وقت اپناں نہ کھو ہشیار ہو ہشیار ہو
کت تک رہیگا خواب میں بیدار ہو بیدار ہو
گر دیکھنا ہے مدعا اس شاہد معنی کا رو
ظاہر پرستاں سوں سدا بیزار ہو بیزار ہو
جیوں چتر داغ عشق کوں رکھ سر پہ اپنے اولا
تب فوج اہل درد کا سردار ہو سردار ہو
وہ نور چشم عاشقاں ہے جیوں سحر جگ میں عیاں
ای دیدہ وقت خواب میں بیدار ہو بیدار ہو

مطلع کا مصرعہ ای ولی ورد زباں کر رات دن
غفلت میں وقت اپناں نہ کھو ہشیار ہو ہشیار ہو

(۳۴)

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

کیونکہ حاصل ہو مجکو جمعیت
زلف تیری قرار کھوتی ہے

ہر سحر شوخ کی نگہہ کی شراب
مجھ انکھاں کا خمار کھوتی ہے

کیونکہ ملنا صنم کا ترک کروں
دلبری اختیار کھوتی ہے

اے ولی آب اس پری رو کی
میرے دل کا غبار کھوتی ہے

(۲) سودا (۱۷۸۱ء)

میرزا محمد رفیع نام۔ ۱۱۲۵ھ کو دہلی میں ولادت ہوئی۔ ان کے بزرگ تجارت کرنے کے لیے کابل سے ہندوستان میں آئے تھے اور اسی رعایت سے اُنھوں نے سودا تخلص اختیار کیا تھا۔ شاہ حاتم کے تلامذہ میں نامور اور اپنے زمانہ کے مسلم الثبوت اُستاد تھے حضرت میر کے ہمعصر تھے اُنھوں نے قصائد کے لحاظ سے اُردو کو فارسی کا ہم پلہ بنا دیا تھا تمام اصناف سخن پر قدرت رکھتے تھے خصوصًا ہجو گوئی میں کمال حاصل تھا جب دہلی اُجڑ کر لکھنؤ آباد ہوا تو دیگر اہل کمال کے ساتھ شعرا میں سب سے پہلے میرزا صاحب لکھنؤ کو منتقل ہوئے اور وہیں بہ عمر ۸۱ سال ۱۷۸۱ء مطابق ۱۱۹۵ھ میں انتقال کیا ان کے کلیات کو ۱۱۹۹ھ میں حکیم سید اصلح الدین خان نے مرتب کیا تھا جو ہر جگہہ دستیاب ہو سکتا ہے۔

٩

غزل

(۵)

نسیم ہی ترے کوچہ میں اور صبا بھی ہی
ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہی

ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم
ہر ایک بات کی ظالم کچھ انتہا بھی ہی

جلے ہی شمع سے پروانہ اور میں تجھ سے
کہیں ہی مہر بھی جگ میں کہیں وفا بھی ہی

زبانِ شکوہ سوا اب زمانے میں ہیہات
کوئی کسی ستی ہم دیگر آشنا بھی ہی

ستم روا ہی اسیروں پہ اس قدر صیاد
چمن چمن کہیں بلبل کی اب نوا بھی ہی

(۶)

ٹوٹے تری نگہہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی گر پئیں تو مزہ ہی شراب کا

دوزخ مجھے قبول ہی ای منکر و نکیر
لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

غافل غضب سے ہو کے کرم پر نہ رکھ نظر
پُر ہی شرار و برق سے دامن سحاب کا

قطرہ گرا تھا جو کہ مرے اشکِ گرم سے
دریا میں ہی ہنوز پھپھولا حباب کا

ای برق کس طرح سے میں حیراں ہوں تجھ کنے
نقشہ ہی ٹھیک دل کے مرے اضطراب کا

زاہد سبھی ہی نعمتِ حق جو ہی اکل و شرب
لیکن عجب مزہ ہی شراب و کباب کا

سودا نگاہِ دیدۂ تحقیق کے حضور
جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہی آفتاب کا

(۷)

فہرست نمبر ۱

اس فہرست میں ہر شاعر کو بہ ترتیب حروف تہجی درج کیا گیا ہے اور نمبر صفحہ جس پر اس شاعر کا کلام ملتا ہے اس کے محاذ میں لکھ دیا ہے

	(الف)	صفحہ			صفحہ		(ج)	
۱	آتش	۴۳	۱۶	اکبر	۲۱۳	۲۸	جرات	۲۷
۲	آزاد	۱۷۷	۱۷	امانت	۶۳	۲۹	جلال	۱۷۵
۳	آزردہ	۸۳	۱۸	امیر	۱۴۹	۳۰	جلیل	۲۴۸
							چ	
۴	آصف	۱۸۵	۱۹	انشا	۳۱	۳۱	چکبست	۲۷۰
							ح	
۵	اثر	۲۱۹	۲۰	انیس	۷۳	۳۲	حالی	۱۹۲
۶	احسان	۱۹۱	۲۱	اوج	۲۰۸	۳۳	حافظ	۲۲۴
۷	احسن	۲۶۶		ب		۳۴	حبیب	۱۷۴
۸	احمدی	۱۵۰	۲۲	بیان	۱۴۶	۳۵	حسرت	۲۶۷
۹	اختر	۶۱	۲۳	بیخود	۱۸۸	۳۶	حسن	۱۴
۱۰	اختر (بادشاہ اودھ)	۱۳۶	۲۴	بے نظیر	۲۳۶	۳۷	حیا	۱۲۳
				ت			د	
۱۱	ادیب	۱۳۷				۳۸	داغ	۱۵۷
۱۲	ارشد	۱۷۷	۲۵	تسکین	۵۱	۳۹	دبیر	۱۲۰
۱۳	اسمعیل	۲۰۹	۲۶	تسلیم	۱۸۷	۴۰	درد (خواجہ میر)	۱۱
				ث			ذ	
۱۴	اسیر (لکھنوی)	۱۱۴				۴۱	ذوق	۵۳
							ر	
۱۵	اقبال	۲۵۰	۲۷	ثاقب	۱۰۵	۴۲	راسخ	۱۶۸

لیکن جو پھول کھلتے ہیں صحرا میں بیشمار — موقوف کچھ ریاض پہ اُن کی نہیں بہار
دیکھو یہ قدرتِ چمن آرائے روزگار — وہ ابر و برف و باد میں رہتے ہیں برقرار

ہوتا ہی اُن پہ فضل جو ربِّ کریم کا
موجِ سموم بنتی ہی جھونکا نسیم کا

اپنی نگاہ ہی کرمِ کارساز پر — صحرا چمن بنے گا وہ ہی مہرباں اگر
جنگل ہو یا پہاڑ سفر ہو کہ ہو حضر — رہتا نہیں وہ حال سے بندے کے بیخبر

اس کا کرم شریک اگر ہی تو غم نہیں
دامانِ دشت دامنِ مادر سے کم نہیں

۹۵ عزیز سنہ ۱۸۸۲ء

عزیز۔ مرزا محمد ہادی۔ ابن مرزا محمد علی صاحب۔ شرفاء لکھنؤ سے ہیں ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء کو بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے۔ فارسی و عربی میں ذی استعداد ہیں۔ امین آباد ہائی اسکول میں مدرس ہیں۔ اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں آپ کا کلام حقیقی جذبات کا معیار رہی۔ علاوہ اور تصانیف کے دیوان اُردو "گلکدہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہی۔ نمونۂ کلام پیش کیا جاتا ہی۔